خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شرفِ صحابیّت

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

''صحابی'' کا لفظ باتفاق اہل لغت ''صحبت'' سے مشتق ہے یعنی ساتھی ہونا، دوستی کرنا اور ساتھ زندگی گزارنا۔

''صَحِبَ'' کا اسم فاعل ''الصّاحب'' ہے۔ یعنی ساتھی اور ساتھ زندگی گزارنے والا۔ اس کی جمع ''اصحاب'' اور ''صحابہ'' ہے۔

''الصّحابی'' صحابہ کا اسم نسبت ہے۔ صحابہ کی طرف منسوب ایک صحابی یعنی وہ ایک شخص جس نے صحبت حاصل کی مگر صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہیں بلکہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوسکتا ہے جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو۔ لہٰذا صحبت کی تھوڑی یا زیادہ مقدار دونوں حالتوں پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں صحابی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے حالت ایمان واسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی اس کی موت بھی واقع ہوئی ہو۔

امام بخاری (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

''من صحب النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم او راٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ''

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی)

جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پالی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت ایمان دیکھ لیا تو وہ زمرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہے۔

علاّمہ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

''انّ الصحابی من لقی النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم مؤمنا بہ و مات علی الاسلام''

(الاصابہ، جلد: اوّل، ص: ۷۔ تحت الفصل الاوّل فی تعریف الصحابی)

صحابی وہ ہے جسے بحالت ایمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور اسلام پر ہی اس کی موت بھی واقع ہوئی ہو۔

علاّمہ عبدالعزیز فرہاروی (م۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

''من صحب النبیّ ولو ساعۃ من الایمان ومات مؤمنا'' (النبراس شرح الشرح العقائد، ص: ۵۴۶)

جس نے حالت ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اگرچہ ایک ساعت کے لیے ہی کیوں نہ ہو اورایمان واسلام ہی کی حالت میں وفات بھی پائی ہوتو وہ صحابی ہے۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کے ''صحابی'' ہونے کے لیے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

۲۔ اسی ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

۳۔ اسلام ہی کی حالت میں وفات

علّامہ ابن حجر عسقلانی نے ''صحابی'' کی مذکورہ تعریف کو ہی سب سے زیادہ جامع اور صحیح قرار دیا ہے اگرچہ بعض حضرات نے دیگر شرائط کا بھی ذکر کیا ہے مثلاً:

اس نے ایک طویل عرصہ (کم ازکم ایک سال) تک شرفِ صحبت حاصل کیا ہو، یا حدیث کی روایت کی ہو، یا کسی غزوہ میں شرکت کی ہو، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حصولِ علم وعمل کے لیے اختیار کی ہو یا حالت شعور یا حالت بلوغ میں ملاقات کی ہو۔

صحابی کی معرفت:

محدّثین کرام اور علمائے اسماء الرجال نے صحابی کی معرفت کے لیے حسب ذیل طریقے یا اصول متعین کیے ہیں:

۱۔ ایسا شخص جس کا صحابی ہونا تواتر سے ثابت ہو جیسے عشرہ مبشرہ اور اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم۔

۲۔ ایسا شخص کا صحابی ہونا مشہور ہو یا مشہور روایات سے ثابت ہو اگرچہ تواتر کے درجہ تک نہ پہنچا ہو مثلاً ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن۔

۳۔ کوئی مشہور صحابی کسی شخص کے صحابی ہونے کی شہادت دے جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حممہ بن ابی حممہ دوسی صحابی ہیں۔

اسی طرح کسی صحابی کا یہ کہنا کہ میں فلاں شخص کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے فلاں شخص سے گفتگو فرمائی۔

۴۔ اس کا صحابی ہونا خود اس کے اپنے قول سے ثابت ہو بشرطیکہ یہ دعویٰ ممکن ہو۔

۵۔ اس کا صحابی ہونا تابعی کے قول سے ثابت ہو اور وہ شخص ایسے زمانے تک بقید حیات رہا ہو جس سے اس کے صحابی ہونے کا امکان پایا جاتا ہو۔ علماء نے یہ زمانہ ۱۱۰ھ تک مقرر کیا ہے اس کے بعد کوئی شخص صحابی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سعادت مند حضرات میں شامل ہیں جن پر مفسّرین، محدّثین، اصولیّین، متکلّمین

اور جمہور کی بیان کردہ صحابی کی ہر تعریف صادق آتی ہے۔ اسی لیے اہل سنت کے تمام طبقات بالاتفاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک جلیل القدر صحابی تسلیم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی تمام تر نقد وجرح کے باوجود لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ:

''صحابی کی تعریف میں اگرچہ سلف میں اختلاف ہے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہر تعریف کے لحاظ سے شرف صحابیّت حاصل ہے۔'' (بحوالہ سیرت اصحابِ رسول ﷺ، ص:۱۵۳۔ مکتبہ: تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور)

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اگر ''صحابی کی معرفت'' کے کسی ایک اصول یا طریقے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے تو وہ بلاشبہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہی شامل سمجھے جاتے لیکن موصوف رضی اللہ عنہ تو ایک ایسے صاحبِ فضیلت ومنقبت اور عظیم المرتبت صحابی ہیں کہ ان کی صحابیّت مذکورہ بالا پانچوں طریقوں سے ثابت ہے اور ان کا صحابی ہونا اس قدر تواتر اور شہرت سے ثابت ہے کہ کم از کم کسی سُنّی عالم یا صوفی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ ان کی صحابیّت کا انکار کر سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ہر کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بحیثیت صحابی تذکرہ موجود ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ طبقات ابن سعد، مؤلفہ: علاّمہ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) جلد ہفتم، ص: ۴۱۲۔ مطبوعہ: نفیس اکیڈمی کراچی تحت ''شام میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم''

۲۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر اندلسی قرطبی مالکی (م ۴۶۳ھ) جلد سوم از ص: ۳۹۵ تا ۴۰۳۔ طبع بیروت۔

۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر الجذری (م ۶۳۰ھ) جلد: ۴، تحت ''تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان''

۴۔ الاکمال فی اسماء الرجال مع مشکوٰۃ المصابیح لصاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین الخطیب (م ۷۴۳ھ) ص: ۶۱۷۔ تحت معاویہ بن ابی سفیانؓ

۵۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) طبع بیروت جلد سوم از ۴۳۳ تا ۴۳۴۔ تحت معاویہ بن ابی سفیانؓ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں۔ حدیث کی صحاح ستہ سمیت تقریباً ہر کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویّات پائی جاتی ہیں۔

کتب اسماء الرجال، طبقات الصحابہ اور سِیَرُ الصحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے علاوہ کتب حدیث میں ان کی مرویّات کا پایا جانا ان کی صحابیت کی روشن اور واضح دلیل ہے۔

علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بار بار طلب کرنا، پکارنا اور بلانا بھی ان کی صحابیت کی پردال ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ:

''اذھب ادع لی معاویة'' (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب)

''انه(صلّی اللّٰه علیه وسلّم)قال لمعاویة اللّٰھم اجعله ھادیا مھدیا واھد به''

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب مناقب معاویہ)

''ان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال لمعاویة اللّٰھم علّمه الکتاب والحساب وقه العذاب''

(تطہیر الجنان، ص:۱۶)

''یا معاویة ان ولّیت امرا فاتق اللّٰه واعدل'' (حوالہ مذکورہ، ص:۱۵)

''صاحب سری معاویة بن ابی سفیان......'' (حوالہ مذکورہ، ص:۱۳)

''معاویة بن ابی سفیان احلم امتی واجودھا'' (حوالہ مذکور، ص:۱۲)

''کان معاویة ردف النبیّ فقال یا معاویة......'' (التاریخ الکبیر للبخاری جلد:۴، ص:۱۸۰)

''ادعوا معاویة......'' (مجمع الزوائد جلد:۹، ص:۳۵۶)

''فقال(صلّی اللّٰه علیه وسلّم)لن یغلب معاویة ابداً'' (ازالۃ الخفاء، جلد:۴، ص:۵۱۸)

مزید برآں محدّثین کرام نے اپنی کتابوں میں جہاں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب سے متعلق ابواب قائم کیے ہیں وہیں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے لیے بھی ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد دوم ص:۲۴۷۔ ''مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما''

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں کتاب المناقب کے تحت مستقل باب ''ذکر معاویہ'' کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اس عنوان سے بعض ''ناقدین معاویہ رضی اللہ عنہ'' نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی۔

امام موصوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ ''قابل اعتراض'' رویہ اختیار نہیں کیا بلکہ دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بھی یہی عنوان اختیار کیا مثلاً:

''باب ذکر عباس بن عبدالمطلب، باب ذکر عبداللہ بن عباس، باب ذکر طلحہ بن عبیداللہ، باب ذکر اسامہ بن زید، باب ذکر عبداللہ البجلی، باب ذکر حذیفہ بن یمان، باب ذکر اصہار النبیؐ منہم ابوالعاص بن الربیع، باب ذکر ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہم''

کیا ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں کیونکہ امام بخاری نے ان کے اسماء کے ساتھ بھی ''مناقب'' کے بجائے ''ذکر'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دراصل یہ عبارت کا تفنن

ہے کہ کہیں مناقب اور فضائل فرمایا اور کہیں ذکر فرمایا۔ اس سے مراد ''ذکر بالخیر'' ہی ہے اور ''ذکر بالخیر'' بھی فضیلت ہی ہوتی ہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ حدیث میں ''صحیح'' ایک اصطلاحی لفظ ہے جس سے حدیث کی ایک خاص قسم اور درجہ مراد ہے۔ یہ لفظ اردو زبان کا صحیح نہیں جو ''غلط'' کے مقابہ میں استعمال ہوتا ہے۔ علیٰ سبیل التنزل اس خاص درجہ کی حدیث کی نفی سے اس سے نیچے کے درجہ کی حدیث کی نفی نہیں ہوتی یعنی ''حسن'' وغیرہ کے درجہ کی۔

پھر اگر بالفرض اس ''دعویٰ'' کو کسی حد تک درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ''صحابیّت'' پر مطلقاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کے انفرادی وخصوصی فضائل کتب حدیث میں سرے سے مروی ہی نہیں ہیں اور ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں جن کے حالات سے علماء اسماء الرجال اور اربابِ تاریخ وسیَر نا آشنا ہیں۔

کیا ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں مذکور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجموعی اور عمومی فضائل کسی صحابی کی فضیلت ومنقبت کے لیے کم حیثیت کے حامل ہیں؟ جو لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی بھی حوالے سے ہدفِ طعن وتنقید بناتے ہیں وہ اہلِ سنّت میں سے ہرگز نہیں ہیں بلکہ ''سُنّیت'' کے لبادے میں وہ ''سبائیت'' کے ایجنٹ ہیں۔

''صحابی کی معرفت'' کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی دوسرا صحابی کسی شخص کے صحابی ہونے کی گواہی دے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیّت اس معیار پر بھی پورا اترتی ہے۔

اصحاب عشرہ مبشرہ سمیت تمام اکابر واصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک عسکری لشکر کا امیر مقرر کر کے شام کے محاذ پر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ترقی دے کر شام کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی حدود امارت میں دیگر علاقے شامل کر کے انہیں اس منصب پر برقرار رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آگے چل کر ان کے ساتھ صلح کر کے ان کی سابقہ پوزیشن بحال رکھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ان کے حق میں خلافت سے دست برداری اختیار کی بلکہ امورِ خلافت انہیں سونپ کر احباب سمیت ان کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت بھی کر لی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر مذکورہ شواہد کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ابن صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ''صریحی قول'' ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے:

''فانّه قد صحب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم......أصاب انّه فقيه''

(صحیح بخاری، کتاب فضاء اصحاب النبی، باب ذکر معاویہ، رقم الحدیث: ۳۶۴ـ۷،۳۶۵ـ۷)

یقیناً انہوں (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف اٹھایا ہے......

انہوں نے درست عمل کیا ہے کیونکہ وہ دینی مسائل میں فقیہ ومجتہد ہیں۔

امام ذہبی اس روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''**فھٰذہ الشھادۃ الصحابۃ بفقھہٖ و دینہ والشاھد بالفقھہ ابن عباس**'' (المنتقیٰ، ص:۳۸۸)

پس یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور دین داری کی گواہی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے لوگ ان کے فقیہ ومجتہد ہونے پر شاہد ہیں۔

اب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ملاحظہ فرمائیں:

''**عن الحسن بن علیّ قال سمعت علیّا یقول سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا تذھب الایّام واللیالی حتیٰ یملک معاویۃ**'' (ازالۃ الخفاء، جلد:۴، ص:۵۱۷)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ چند دن اور راتیں نہیں گزریں گی تا آنکہ معاویہ رضی اللہ عنہ والی امر ہو جائیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیّت پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کا التزامی قول ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ احادیث روایت کی ہیں وہاں خود ان سے بہت صحابہ رضی اللہ عنہم (حضرات ابوذر، ابن عباس، ابوسعید خدری، جریر بن عبداللہ بَجَلی، معاویہ بن خدیج، سائب بن یزید کندی، عبداللہ بن زبیر اور نعمان بن بشیر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین) نے بھی احادیث کی روایت کی ہے۔ جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے سماع عن النبیؐ کی تصریح کرتے ہیں کہ ''**سمعت النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول**......'این علماء کم سمعت النبیّ......'

ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا، کتاب اللباس باالوصل فی الشعر، کتاب الانبیاء باب مناقب قریش۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ اکابر تابعین نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت کی ہے مثلاً:

ابوادریس خولانی، سعید بن مسیّب، خالد بن معدان، ہمام بن منبہ، قیس بن ابی حازم، عبداللہ بن الحرث بن نوفل، عیسیٰ بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، ابومجلز، علقمہ بن وقاص، عمیر بن ہانی، مطرف بن عبداللہ، محمد بن سیرین، عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ ملاحظہ ہو: النّاہیۃ عن طعن معاویہ، ص:۱۷۔ الاصابہ، جلد:۳، ص:۴۳۴، تہذیب التہذیب تحت تراجم۔

صحابی کی معرفت کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ صحابی اپنا صحابی ہونا خود ظاہر کرے۔ اس طریقے کے مطابق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیّت ثابت ہے۔ موصوف ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ء

''**اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَمَا رَأَیْنَاہُ یُصَلِّیْھِمَا وَ لَقَدْ نَھٰی**

عَنۡهُمَا یَعۡنِی الرَّکۡعَتَیۡنِ بَعۡدَ الۡعَصۡرِ ''(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی، باب: ذکر معاویہ، رقم الحدیث: ۳۷۶۶)

اس حدیث میں ''صحبنا النبی'' کے الفاظ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت خود ان کے اپنے ''صریحی قول'' سے ثابت ہو رہی ہے۔ صحابی کی معرفت کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ کسی شخص کا صحابی ہونا کسی تابعی کے قول سے ثابت ہو تو اس طریقے کے مطابق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔

اوپر تابعین کی ایک فہرست دی گئی ہے جنھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کی ہیں جن سے ان کی صحابیت پر تابعین کی طرف سے بھی مہرِ تصدیق ثبت ہوگئی ہے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر بن عبدالعزیز (جنہیں اہلِ سنّت بالاتفاق خلیفہ راشد کہتے ہیں) نے اپنے دورِ خلافت میں خود کسی کو کوڑے نہیں لگائے مگر ایک شخص کو جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کی تھی اسے کئی کوڑے مارے۔

(الاستیعاب مع الاصابہ، جلد: ۳، ص: ۴۰۳۔ الصارم المسلول لابن تیمیہ، ص: ۵۷۳)

مشہور محدث اور فقیہ امام عبداللہ بن مبارک سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو انہوں نے فرمایا:

''واللّٰہ انّ الغبار الّذی دخل فی انف فرس معاویة مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم افضل من عمر بالف مرّة صلّی معاویة خلف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال معاویة ربّنا لک الحمد فما بعد ھٰذا الشرف الاعظم'' (تطہیر الجنان، ص: ۱۰۔۱۱)

اللہ کی قسم! وہ مٹی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوئی وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجے افضل ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ''سمع اللہ لمن حمدہٗ'' کہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں ''ربنا لک الحمد'' کہتے تھے اس کے بعد اس سے بڑا اشرف اور کیا ہوسکتا ہے؟

مشہور تابعی حضرت حضرت معافی بن عمران سے ایک آدمی نے پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز میں سے کس کا مقام بلند ہے؟ **''فغضب عضبا شدیداً وقال لا یقاس باصحاب النبیّ احد معاویة صاحبه وصهره وکاتبه وامینه علی وحی اللّٰہ''** تو معافی بن عمران سخت غضب ناک ہوئے اور کہا اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، برادرِ نسبتی، اللہ کی وحی کے کاتب اور امین ہیں۔'' (تطہیر الجنان، ص: ۱۰)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ علمائے اسماء الرجال نے ''صحابیت کی معرفت'' کے جتنے طریقے وضع کیے ہیں ان میں سے اگر چہ کسی ایک طریقے سے کسی کا صحابی ہونا ثابت ہوسکتا ہے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو وہ صحابی

ہیں کہ جن کی صحابیت ہر ہر طریقے کے لحاظ سے ثابت ہے جس کے انکار کی کم از کم کوئی مسلمان یا کوئی باشعور انسان جسارت نہیں کرسکتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً زمرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں اور مقامِ صحابیت کی عظمت اور جلالت کے ثبوت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سچا گواہ کون ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس پورے طبقہ کو ''من حیث الطبقہ'' مقدس، پاک باطن، صالح القلب، عدول، متّقن، محفوظ من اللہ، راضی ومرضی، خیر البریّۃ، معیارِ حق وہدایت قرار دیا ہے، انہیں سچا مؤمن کہا ہے، ان کی خطائیں معاف کردی ہیں، ان کی سابقہ باہمی عداوت کو محبت ومؤدت میں تبدیل کردیا ہے، ان کے دلوں میں ایمان کو مزیّن کردیا ہے، انہیں کفر، فسق اور عصیان سے نفرت دلا دی ہے، انہیں ''الصادقون، الصّدیقون، الراشدوان، المھتد ون، الفائزون، المفلحون'' کہا ہے اور ان کی اتباع کو لازمی قرار دیتے ہوئے ان سے غیظ رکھنے والوں کو کفار کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان پر غیظ کے ساتھ اپنی انگلیاں چبانے والوں کے خلاف خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بد دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

'' وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ'' (آل عمران:۱۱۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا ہے انہیں جنت کی بشارتوں سے نوازا ہے، انہیں نجوم ہدایت کہا ہے، انہیں اللہ کا انتخاب قرار دیا ہے، ان کے مابین اختلافات وتنازعات کو چھیڑنے سے منع کیا ہے، انہیں برا بھلا کہنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے، ان کے بارے میں بار بار اللہ کا خوف یاد دلایا ہے، ان سے محبت اپنے ساتھ محبت، ان سے بغض اپنے ساتھ بغض، ان کی ایذا دہی کو اپنی ایذا دہی قرار دیا ہے، ان کی تنقیص کرنے والوں کے ساتھ مناکحت، مجالست، مشاربت ومواکلت سے منع فرمایا ہے اور ایسے تبرّائی ماحول میں اپنا علم ظاہر وغالب نہ کرنے والے علماء کو اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

امام طحاوی (م۳۲۱ھ) نے یہ اعلان کیا ہے کہ:

''ونبغض من یبغضھم و بغیر الحق یذکرھم ولا نذکرھم الاّ بالخیر''

ہم ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں اور ان کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور ہم ان کا سوائے نیکی کے ذکر نہیں کرتے۔ (عقیدۃ الطحاوی، ص:٦٦)

امام نجم الدین نسفی (م۵۳۷ھ) لکھتے ہیں کہ: ''ونکف عن ذکر الصحابۃ الاّ بخیر''

اور ہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر سے زبان بند رکھنا چاہیے سوائے کلمہ خیر کے کچھ نہ کہنا چاہیے۔ (تہذیب العقائد، ص:۱۰۳)

علاّمہ سعد الدین تفتازانی (م۷۹۲ھ) اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''وجوب الکفّ عن الطعن فیھم''

ان کے طعن سے زبان بند رکھنا واجب ہے۔ (شرح عقائد، ص:۱۱٦)

امام نووی (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

''فانا مامورون بحسن الظن بالصحابة و نفی کل رذیلة عنهم''

ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسنِ ظن اور ان سے ہر برائی کی نفی کرنے کے مکلّف ہیں۔

(شرح صحیح مسلم، جلد:۲،ص:۲۷۸)

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

''**ونکفّ السنتنا عن ذکر الصّحابه الّا بخیر وهم ائمتنا و قادتنا**'' اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہم اپنی زبانوں کو روکتے ہیں اور سوائے بھلائی اور خیر کے ان کا ذکر نہیں کرتے وہ دین میں ہمارے پیشوا ومقتدا ہیں۔

(العقیدۃ الحسنۃ مع عقیدۃ الطحاوی،ص:۹۷)

معصوم نہ ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خطاؤں سے محفوظ تھے اور جن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بشری تقاضے کے تحت بعض اوقات لغزشیں صادر بھی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا اعلان کر دیا:

''**وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُم**'' (آل عمران:۱۵۲)، ''**وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُم**'' (آل عمران:۱۵۵)،

''**فاعف عنهم و استغفرلهم وشاورهم فی الامر**'' (آل عمران:۱۵۹)

جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں ''**وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى**'' (سورۃ الحدید:۱۰)

جب اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی بدولت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حالت کفر میں شدید ترین عداوت کو بھی باہمی مودّت سے بدل دیا ہے (**عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً**۔الممتحنہ:۷) تو پھر وہ ذات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی نزاعات ومشاجرات (جو حالتِ اسلام میں پیش آئے) میں پیدا ہونے والی کدورت کو مودّت میں کیوں تبدیل نہیں کرے گی۔ اگر بالفرض یہ کدورت دنیا میں ان کی وفات تک دور اور زائل نہ بھی ہو سکتی ہو تو اللہ تعالیٰ کا اہلِ جنت کے متعلق یہ اعلان ہے کہ:

''**وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ**'' (الحجر:۴۷)

''**وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِل**'' (الاعراف:۴۳)

ہم ان کی کدورتوں کو ان کے دلوں سے نکال دیں گے اور وہ جنت میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو یہ خوش خبریاں دیں کہ وہ ان کے ''سیّات'' کو ''حسنات'' میں بدل دے گا۔ ''**ان الحسنات یذهبن السیّاٰت**'' (سورہ ہود:۱۱۴) یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ ''**و من یتق الله یکفر عنه سیّاٰته**'' (الطلاق:۵) جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ مٹا دے گا۔ ''**فاولئک یبدّل اللّٰه سیّاٰتهم**

حسنٰت '' (الفرقان:۷۰) ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔

تو کیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزشوں اور خطاؤں کو ''حسنات'' میں تبدیل نہیں کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے تو خصوصیت اور تاکید در تاکید کے ساتھ ان کے ''سیأت'' کو اس انداز کے ساتھ مٹا دینے کا اعلان کیا ہے کہ گویا وہ ''خطائیں'' وجود ہی میں نہیں آئی تھیں۔

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ. (آل عمران:۱۹۵)

اس آیت میں دو کلمات خاص طور پر قابلِ غور ہیں ایک '' **لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ** '' اور دوسرا '' **لَاُدْخِلَنَّهُمْ** '' ان دونوں میں ہر صیغہ فعل مضارع واحد متکلم کا ہے۔ یہ دونوں صیغے دراصل ''اُکَفِّرُ'' اور ''اُدْخِلُ'' ہیں۔ دونوں صیغوں کی ابتداء میں قاعدہ صرفیہ کے مطابق ''لام تاکید'' لایا گیا ہے اور دونوں کے اجراء میں نونِ ثقیلہ یعنی مشدّدہ بھی تاکید ہی کے لیے آیا ہے۔ اس طرح ہر کلمے میں دو تاکیدیں ذکر کی گئیں۔ اس طرح اس آیت میں کل تاکیدات چار ہوگئیں۔ اس لیے ہر کلمے کے ترجمے میں دو تاکیدوں کا لحاظ رکھنا چاہیے مثلاً:

'' **لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ** '' کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ:

میں ضرور بالضرور ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی سیّآت کو مٹادوں گا۔ اور '' **وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ** '' کا ترجمہ یوں ہوگا کہ:

اور میں ضرور بالضرور ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو جنت میں داخل کروں گا۔

گویا زیرِ نظر آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار تاکیدات کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے سیّآت کو ضرور ہی مٹادوں گا اور انہیں ضرور ہی جنت میں داخل کروں گا اور پھر فرمایا:

'' **ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ** '' یہ اللہ کی طرف سے ان کے اعمال صالحہ کا نیک بدلہ ہے جس سے وہ سرفراز ہوں گے۔

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آیت میں تاکیدات کے ساتھ لفظ '' **لَاُكَفِّرَنَّ** '' استعمال کیا گیا ہے جس کا مادہ اور مصدر ''تکفیر'' ہے۔ امام راغب اصفہانی ''تکفیر'' کی لغوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''تکفیر کا معنیٰ کسی چیز کا چھپانا اور ڈھانک لینا ہے اس طور پر کہ وہ چیز یا عمل گویا وجود میں آیا ہی نہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سیّآت کی اس طرح پردہ پوشی فرمائیں گے کہ گویا ان سے وہ گناہ سرزد ہی نہیں ہوئے۔ پھر ان کے دخولِ جنت کا وعدہ بھی تاکیدات کے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر تاکیدات نہ بھی ہوتیں اور صرف وعدہ ہی ہوتا تب بھی وہ کافی ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قول اور وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر کے ان سے اپنی دائمی رضا اور جنت کا وعدہ کر دیا ہے اس لیے اب کسی بھی فرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی خطاؤں کو

زبان پر لائے اور انکابرائی کے ساتھ تذکرہ کرے۔ یہ ملحوظ رہے کہ یہ ان خطاؤں کا معاملہ ہے جو ''فی الواقع'' خطائیں سمجھی جاتی ہیں جیسے حضرت ماعز، امرأۃ غامدیہ، حضرت مسطح، حضرت حسّان، حضرت سیدہ حمنہ، حضرت حاطب رضی اللہ عنہم وغیرہم کے واقعات۔ لیکن ان حقائق کے باوجود اُمّت کو ان خطاؤں کے بارے میں کفِ لسان اور ذکر بالخیر کا ہی حکم دیا گیا ہے۔

ان خطاؤں کے برعکس مشاجرات اور اجتہادی اختلافات پر تو حقیقت نفس الامری میں بھی گناہ یا خطاء کا اطلاق ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر معلوم نہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کبھی ''خطائے منکر و خطائے عنادی'' اور کبھی ''خطائے اجتہادی'' کا حکم کیوں کر لگایا جاتا ہے؟ کیا باقی سب حضرات اپنے اپنے اجتہاد میں ہمیشہ ''مصیب'' ہی تھے؟

یہ ملحوظ رہے کہ حدیث میں ''مجتہد مخطی'' کو جو ایک اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے وہ ''خطاء'' کی وجہ سے نہیں بلکہ کوشش کی بناء پر وہ ''مأجور'' ہے۔ ''خطاء'' تو بس خطاء ہی ہے اس پر کوئی اجر مرتب نہیں ہوتا۔ اگر اللہ معاف نہ کرے تو مخطی سزا کا حق دار ہے۔ پھر یہ بھی کوئی ضروری اور لازمی نہیں ہے کہ جسے ''مجتہد مصیب'' کہا جائے وہ حقیقت میں بھی مصیب ہو اور جسے ''مجتہد مخطی'' قرار دیا جائے وہ حقیقت میں بھی مخطی ہو۔ کیونکہ ''مصیب'' قرار دیے جانے کے باوجود ''خطاء'' کا احتمال باقی رہتا ہے اور ''مخطی'' کہنے کے باوجود ''صواب'' کا احتمال ہوسکتا ہے۔ یعنی ''صواب محتمل الخطاء'' اور ''خطاء محتمل الصواب'' لہٰذا ایسی صورت میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک فریق یا فرد کو پورے تیقّن کے ساتھ مجتہد مخطی کہنا، کہلوانا اور دوسروں سے جبراً منوانا محض سینہ زوری اور ''کفِ لسان'' کے حکم کی صراحتاً خلاف ورزی ہے۔

اہلِ سُنّت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بلکہ اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے لیکن کسی کے اجتہاد کی تصویب یا تخطیہ کا معاملہ اس کی ظاہری فضیلت کے ساتھ تو متعلق نہیں ہے۔

لہٰذا یہ کوئی ضروری نہیں کہ صاحبِ فضیلت ہر اجتہاد میں ہمیشہ مصیب ہی ہو اس کا عکس بھی ہوسکتا ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ مصیب ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی مفضول ہونے کے باوجود مصیب کہا جاسکتا ہے۔

باری تعالیٰ اُمّتِ مسلمہ کو قبائلی تعصب اور خاندانی عناد سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوءِ ظن اور بدگمانی سے بچا کر حسنِ ظن نصیب فرمائے۔ آمین۔

حق سب یار...... برحق علیؓ...... برحق معاویہؓ